مولوی ضیاء الدین خاں ضیا دہلوی

بخدمت سراپا برکت جناب معظم مسلم علمائے عرب و عجم مولوی ضیاء الدین خان صاحب دہلوی ممبر ایشیاٹک سوسائٹی

جناب مولوی صاحب میں نے ایام دلبستگی نشینی میں شرح ملا تا ہاتھ عامل تک پڑھا تھا لہو و لعب اور لڑکپن بڑھکر فسق و فجور و عیش و طرب میں منہمک ہو گیا فارسی زبان سے لگاؤ اور شعر و سخن کا ذوق فطری و طبعی تھا ناگاہ ایک شخص وارد ہوا امام ساسان پنجم کی نسل میں سے مجتہد منطق و فلسفہ میں مولوی فضل حق مرحوم کا نظیر اور مومن موحد و صوفی صافی تھا میرے شہر میں وارد ہوا اور لطائف فارسی بحث اور غوامض فارسی آمیختہ بعربی اوس سے میرے حل ہوئے سونا کسوٹی پر چڑھ گیا ذہن معوج تھا زبان دری سے پیوند ازلی اور استاد بے مبالغہ جاماسپ عہد و بزرجمہر عصر تھا حقیقت اس زبان کی دلنشین و خاطر نشان ہو گئی ۱۲

اہل پارس جو قدم عالم کے قائل ہیں وہ مثل ہنود کے آفرینش عالم کا آغاز و انجام و سر و بن نہیں بتاتے ہمارے مذہب کے موافق بھی کیومرث وغیرہم کی سلطنت کو دو چار ہزار برس سے کم نہ گزرے ہونگے تا آنکہ اور نجوم اور طب اور فقہ اور انشا اور انشاد کونسا علم اور کونسا فن ہوگا جو اوس گروہ میں نہ ہوگا سکندر جب ایران پر مسلط ہوا تو ارسطو کی کتابخانہ دارا سے بہت سے علوم یونانی زبان میں نقل کئے العہدۃ علی الراوی اوس گروہ کو دیکھیے جنکا کلام علم حکمت میں حکمائے یونان کا ماخذ ہو اگر ابو علی سینا قابوس شمگیر کے کتابخانے سے کتب حکمائے یونانیہ لیکر مطالب حکمیہ کو زبان عربی میں نقل نکرتا تو اکابر عرب میں سوائے مسائل فقہیہ شرعیہ علم معقول کا نشان نہ پایا جاتا ۱۲

دو تین ہزار برس قبل آج سے کہ عرب و عجم بیگانہ محض تھے اہل پارس اپنی رکاب علم بلکہ علوم متنوعہ کو کس زبان میں شرح کیا کرتے تھے اور تعلیم و تعلم و سوال و جواب کا مدار کن الفاظ پر ہوگا بے شبہ وہ الفاظ پارسی ہونگے جب خلیفہ ثانی کے عہد میں یزدجرد مارا گیا اور پارس پر اعراب مسلط ہوئے درفش کاویانی کا جواہر آمود چیتھڑا پارہ پارہ ہو کر غازیان اسلام پر بٹ گیا کتابخانے پارس کے کیا بادشاہی اور کیا امرا اور علما کی حویلی میں جھونک گئی یعنی اونسے حمام گرم ہوئے جیسا کہ میں نے ایک جگہ اسی واقعہ کو فارسی عبارت میں لکھا ہے یعنی ہذا کتابخانہا پارسیاں لغو زینہ گلخن گرمابہ ہا بغداد شد ہمانا احکام آتش پرستی ہم بر آتش بازگشت اگرچہ بلاغت خاص اہل عرب کے حصے میں آئی لیکن فصاحت میں اہل پارس بھی اعراب کے شریک ہیں بالجملہ اعیان عجم و بلغائے عرب میں امتزاج و اختلاط و مہر و محبت و قرب و قرابت

پیدا ہوئے اختلاف مذہب اوٹھ گیا تھا امور ریاست و سیاست بصلاح و صوابدید فریقین ہونے لگی تھی
بلبیعتین تھین ذراک فارسی و عربی کو باہم ربط دیگر ایک اُردو پیدا کیا سبحان اللہ وہ زبان نکلی کہ نہ
نری فارسی ہے نہ وہ مزا نہ نری عربی ہے وہ نمک زبان فارسی کے قواعد کے کتب خاکستر ہو گئی تھی اوس پر
طرفہ یہ کہ عربی کے قواعد کی بڑی بڑی جلیل القدر رسالی مرتب ہو گئی تھی اور ہوتے جاتے تھی بیچارہ فارسی زبان
غریب الوطن بے سر و سامان نہ اسکی کوئی فرہنگ اسکی قوانین کا کوئی رسالہ نہ علم پارسی کا کوئی عالم باقی
دو چار ہزار لغت و اسم و فعل زبان زد اہل عصر ہونگی فارسی کا صرف کہان فارسی کا نحو کہان فارسی
زبان اعراب کے لونڈی جو چاہا نام رکہدیا منور النہار کہہ کر یکبار الشمس النہار کہکر آڑا کیا اولو الڈر
کہکر کہیکر تلالیا سو یہی جواکا بر فریقین موجد اردو زبان ہوئے تھی وہ تسمیہ قواعد فارسی کیطرف
متوجہ نہین ہوئے تشہ یا تشہ ہجریہ مین ہو سنا کہ لوگ فارسی کے فرہنگ لکھنے پر متوجہ ہوئے
نہ ایک نہ دو بلکہ ہزار دو ہزار فرہنگین فراہم ہو گئین یہانتک کہ قتیل نو مسلم لکھنوی اور غیاث الدین
ملا مکتب دار رامپوری اور کوئی روشن چراغ جو نیور ہا اور کہانتک کہون کون کون جسکے جیمین آئی وہ مقصد
تحریر قواعد انشا ہو گیا مین اون سبکو یا اونمیں سے محقق فلان و بہمان کو اپنا مطاع کیونکر جانون اور
کسی دلیل سے اونکی تحکم کو مانون ۱۲
پارسیان سابق جو جانتی تھی کہ فاعل کسکو کہتی ہین اور جمع کسی مرض کا نام ہی امر کا صیغہ کون جانور ہی
اور اسم جامد کس قسم کے پتھر کو کہتے ہین اونہون نے کبھی نہ کہا ہوگا کہ دانا و بینا صیغہ اسم فاعل اور
نالان و گریان صیغہ فاعل یا حالیہ ہے ایک جماعت نے کہدیا کہ الف نون افادہ معنی فاعلیت کرتا ہے
ایک صف نے پکارا اوٹھی الف نون حالیہ ہے خدا جانے اہل پارسی صیغہ امر کو اپنی زبان میں کیا کہتی ہونگی اور
الف فاعل کو اونکے لسان مین کیا نام ہوگا آخر یہ فن امور دینی میں سے تو نہین ہے جو امام اعظم کے قول
کو نمانے وہ مرتد ہے قوت قیاس کا مادہ اور ذہین تہا ہمکو مبداء فیاض سے یہ قوت عطا نہین ہوئی
اور پہر الف نون حالیہ کے وجود کے اعتراف میں تم ہی منفرد نہین ہو بقول تمہاری اور اشخاص بھی
ہین سوال اسیقدر ہے کہ الف نون حالیہ موجود ہے یا نہین سائل کا تو جواب وہی تمام ہوا جہان
تمنے فرمایا کہ سابقین اقبال و خزان کے الف نون کو حالیہ لکھ گئی لاحقین نے کہا کہ یہ الف نون فاعل کا
ہی میرا ایک تردد اگر پیدا ہوا تو تسمیہ میں پیدا ہوا متاخرین کا قول متقدمین کے کلام کا ناسخ اور
الف نون حالیہ کے وجود کا مبطل تو نہین ہے ابہر حال ہی لکھدو کہ بعض لوگ ایسی الف نون کو فاعل
کا الف نون بتاتے ہین اور بعض الف نون حالیہ کہتی ہین قصہ مختصر کاغذ استفتا مع دستخط
حضرات اہل دستخط کل پرسون بھیج دیجے ۱۲
تمہاری تقریر اگرچہ خارج از بحث ہے لیکن اسکا عطر وہ تقریر تحریر میں لاتا ہون کہ پہر مجھکو کچھ کہنا
نہ چاہئے اہل پارسی کے منطق نہین رون و دان مع نظائر وہ بہت بہتی تہی کہ اسے کم ساتھ مختص نہین
مجھ اہل عرب نے بلکہ توبہ توبہ میں اونکو کیون متہم کرون فرہنگ نگاران ہند نے یہ نام موافق اپنے
قیاس کے رکہی ہم افادہ معنی فاعلیت لینے الف نون کے قیاس کو نہین مانتے الف نون حالیہ کہتی ہو الف نون کا

ہمنے مطابقت راے کی ہی فارسی میں اسم فاعل دو صورت پر ہے یا گویندہ یا گویا صیغہ امر کے
مابعد جو الف نون ہے وہ حالیہ ہے ہاں فعل کا ایک توہم سا گزرتا ہے سو اگر بہ امعان نظر دیکھیے
تو ویسا ہی ایک وہم مفعولیت کا بھی پایا جاتا ہے لیکن نظر اس بات پر کہ فاعلیت کی حالت
اور مفعولیت کی حالت معاً پائی جاتی ہے یہ الف نون حالیہ ہے اور اپنی وجود کے اثبات میں
قواعد نحو عربیہ کا محتاج نہیں خامی افتاد نہیں دیکھو آ نہ افتندہ مستعمل ہے نہ مثل گویندہ
افتاں مسموع و موجود ہے مثل گویا افتاں صیغہ فاعل کہاں سے آ گیا اور دوسری دلیل یہ ہے افتاں
کو ہم اسم فاعل جب مانتے کہ افتد بگفت بعضے از اہل زبان یعنی مالک ملکہ اردو
فارسی و عربی ہیں اونکے نظم و نثر میں آیا ہوتا اصل مادہ افتاں جو افت ہے موجود ہی نہیں
افتاں کہاں سے بمعنی فاعل نکل آیا مگر ان گرنے کی حالت جس پر طاری ہو وہ افتاں ہے از روی حالیت
نہ بحسب فعل میرندہ کہو مردن میں سے کیوں نہ بنایا صیغہ فاعل متروک رہا صرف صیغہ مفعول
یعنی مردہ پر قناعت کی اور یہ جو قبلہ اہل سخن فردوسی طوسی علیہ الرحمہ کے ہاں آیا ہے مسیر
نمیران کہ ہر ہر گز نمیرد مجازی ہے اور بعد یہ بھی متاخرین میں سے بھی عبدالقادر بیدل
کہتا ہے سے بمیری سرکشی ناپاک تا یکدم بیاسائی بلکہ اردو میں بھی گرانجانی آدمی کو کہتے ہیں
الٰہی فلاں کے فلاں مرجائے سودا کہتا ہے سے جیتا رہیگا کب تلک اے خضر مر کہیں یہ سب بطریق
مجاز ہے خلاصہ یہ کہ الف نون فاعل [illegible] نہ فارسی بحت میں تھا نہ فارسی آمیختہ بعربی میں ہو قیاس کو
میں مانتا نہیں الف نون جہاں اسما جامد کے آگے ہے جمع کا ہے اور جہاں صیغہ امر کے آگے

ہے حالیہ ہے والسلام بہ الوف الاحترام



بہ ہر رقعہ بعد پڑھنے کے یا نقل لینے کے
استفتا کے کاغذ کے ساتھ مجھکو واپس
ملجائے نجات کا طالب غالب

(۱)

بہ خدمت مولوی صاحب معظم مسلّم علمائے عرب و عجم، مولوی ضیاء الدین خاں صاحب ضیا، دہلوی نبیرۂ نواب سابق بستی دارا پور۔

جناب مولوی صاحب!

میں نے ایام دبستان نشینی میں شرح مائۃ عامل تک پڑھا۔ بعد اس کے لہو و لعب اور آگے بڑھ کر فسق و فجور و عیش و طرب میں منہمک ہو گیا۔ فارسی زبان سے لگاؤ اور شعر و سخن کا ذوق فطری

طبیبی تھا۔ ناگاہ ایک شخص وارد ہوا کہ ساسانِ پنجم کی نسل میں سے، معہذا منطق و فلسفے میں مولوی فضل حق مرحوم کا نظیر اور مومن موحد و صوفی صافی تھا۔ میرے شہر میں وارد ہوا اور لطائفِ فارسی بحت اور غوامض فارسی آمیختہ بہ عربی، اُس سے میرے حالی ہوئے۔ سونا کسوٹی پر چڑھ گیا۔ ذہن معوج نہ تھا۔ زبان دری سے پیوند ازلی اور استاد بے مبالغہ جاماسپِ عہد و بزرجمہرِ عصر تھا۔ حقیقت اس زبان کی دل نشیں و خاطر نشاں ہو گئی۔

اہلِ پارس جو قدمِ عالم کے قائل ہیں، وہ مثلِ ہنود کے آفرینشِ عالم کا آغاز و انجام و سروبن نہیں بتاتے، ہمارے مذہب کے موافق بھی کیومرث وغیرہم کی سلطنت کو دو چار ہزار برس سے کم نہ گزرے ہوں گے۔ تا آنہ اور نجوم اور طب اور فقہ اور انشا اور انشاد کون سا علم اور کون سا فن ہوگا، جو اس گروہ میں نہ ہوگا۔ سکندر جب ایران پر مسلط ہوا تو ارسطو نے کتاب خانۂ دارا سے بہت سے علوم یونانی زبان میں نقل کیے۔ اللہ اللہ، اُس گروہ کو دیکھیے جن کا کلام علمِ حکمت میں حکمائے یونان کا ماخذ ہو۔ اگر ابو علی سینا، قابوس وشمگیر کے کتاب خانے سے کتبِ حکمائے یونانیہ لے کر مطالبِ حکمی کو زبانِ عرب میں نقل نہ کرتا تو اکابرِ عرب میں سوائے مسائلِ فقہیۂ شرعیہ، علمِ معقول کا نشان نہ پایا جاتا۔

دو تین ہزار برس قبل آج سے، کہ عرب و عجم بیگانۂ ہم دگر تھے۔ اہلِ پارس اپنے مطالبِ علم بلکہ علومِ متنوعہ کو کس زبان میں شرح کیا کرتے تھے اور تعلیم و تعلّم و سوال و جواب کا مدار کن الفاظ پر ہوگا؟ بے شبہ وہ الفاظ پارسی ہوں گے۔

جب خلیفۂ ثانی کے عہد میں یزدجرد مارا گیا اور پارس پر اعراب مسلط ہوئے۔ درفشِ کاویانی کا جواہر آمود چھڑا، پارہ پارہ ہو کر غازیانِ اسلام پر بٹ گیا۔ کتاب خانے پارس کے، کیا کیا امرا اور رعایا کے، چولھے میں جھونکے گئے۔ یعنی اُن سے حمام گرم ہوئے، جیسا کہ میں نے ایک جگہ اس واقعے کو فارسی عبارت میں لکھا ہے۔ وہی ہذا۔

"کتاب خانہائے پارسیاں، افروزینۂ گلخنِ گرمابہ ہائے بغداد شد۔ ہمانا احکام آتش

پرستی ہم بہ آتش باز گشت۔"

اگرچہ بلاغت خاص اہلِ عرب کے حصّے میں آئی لیکن فصاحت میں اہلِ پارس بھی اعراب کے شریک ہیں۔ بالجملہ اعیانِ عجم و بلغاے عرب میں امتزاج و اختلاط و مہر و محبت و قرب و قرابت پیدا ہوئی۔ اختلافِ مذہب اُٹھ گیا تھا، امورِ ریاست و سیاست بہ صلاح و صواب دید فریقین ہونے لگے تھے۔ طبیعتیں تھیں درّاک۔ فارسی و عربی کو باہم ربط دے کر ایک اردو پیدا کیا۔ سُبْحَانَ اللہ، وہ زبان نکلی کہ نہ نری فارسی میں وہ مزا، نہ نری عربی میں وہ ذوق۔ زبان فارسی کے قواعد کے کتب خاکستر ہو گئے تھے۔ اُس پر طرّہ یہ کہ عربی کے قواعد کے بڑے بڑے جلیل القدر رسالے مرتّب ہو گئے تھے اور ہوتے جاتے تھے۔ بے چارہ فارسی زبان، غریب الوطن، بے سرو سامان۔ نہ اس کی کوئی فرہنگ، نہ اس کے قوانین کا کوئی رسالہ، نہ علمِ پارسی کا کوئی عالم باقی۔ دو چار ہزار لغت و اسم و فعل زبان زدِ اہلِ عصر ہوں گے۔ فارسی کا صرف کہاں، فارسی کا نحو کہاں؟ فارسی زبان اعراب کی لونڈی، جو چاہا نام رکھ دیا۔ ضوء النہار کہہ کر پکارا، شمس النہار کہہ کر یاد کیا۔ او لونڈی، اری چھوکری کہہ کر بلا لیا۔ سو بھی جو اکابر فریقین، موجد اُردو زبان ہوئے تھے، وہ تشمیۂ قواعدِ فارسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ ۸۰۰ھ یا ۹۰۰ھ ہجری میں ہوسناک لوگ فارسی کے فرہنگ لکھنے پر متوجہ ہوئے۔ نہ ایک، نہ دو، بلکہ ہزار دو ہزار فرہنگیں فراہم ہو گئیں۔ یہاں تک کہ قتیلؔ نو مسلم لکھنوی اور غیاث الدین ملّاے مکتب دار رام پوری اور کوئی روشن علی جون پوری، اور کہاں تک کہوں، کون کون، جس کے جی میں آئی وہ متصدیِ تحریرِ قواعد انشا ہو گیا، میں اُن سب کو یا اُن میں سے مختص فلاں و بہمان کو اپنا مطاع کیوں کر جانوں؟ اور کس دلیل سے اُن کے تحکّم کو مانوں؟

پارسیانِ سابق جو جانتے نہ تھے کہ فاعل کس کو کہتے ہیں اور جمع کس مرض کا نام ہے، امر کا صیغہ کون جانور ہے اور اسمِ جامد کس قسم کے پتھر کو کہتے ہیں، انھوں نے کبھی نہ کہا ہوگا کہ "دانا" "بینا" صیغۂ اسمِ فاعل اور "نالاں" "گریاں" صیغۂ فاعل یا حالیہ ہے۔ ایک جماعت نے کہہ دیا کہ الف

نون افادۂ معنی فاعلیت کرتا ہے۔ ایک صف پکار اٹھی کہ الف نون حالیہ ہے۔ خدا جانے اہلِ پارس صیغۂ امر کو اپنی زبان میں کیا کہتے ہوں گے اور الف فاعل کا اُن کی لسان میں کیا نام ہوگا۔ آخر یہ فن امورِ دینی میں سے تو نہیں ہے کہ جو امام اعظم کے قول کو نہ مانے وہ مرتد ہے۔ قوتِ قیاس کا مادّہ اوروں میں تھا۔ ہم کو مبداء فیاض سے یہ قوت عطا نہیں ہوئی اور پھر الف نون حالیہ کے وجود کے اعتراف میں، میں ہی منفرد نہیں ہوں۔ بہ قول تمھارے اور اشخاص بھی ہیں۔ سوال اسی قدر ہے کہ الف نون حالیہ موجود ہے یا نہیں؟ سائل کا تو جواب وہیں تمام ہوا، جہاں تم نے فرمایا کہ سابقین "افتاں" و "خیزاں" کے الف نون کو حالیہ لکھ گئے۔ لاحقین نے کہا کہ یہ الف نون فاعل کا ہے۔ خیر ایک تردد اگر پیدا ہوا تو تسمیہ میں پیدا ہوا۔ متاخرین کا قول، متقدمین کے کلام کا ناسخ اور الف نون حالیہ کے وجود کا مبطل تو نہیں ہوا۔ بہر حال یہی لکھ دو کہ بعض لوگ اس الف نون کو فاعل کا الف نون بتاتے ہیں اور بعض الف نون حالیہ کہتے ہیں۔

قصہ مختصر، کاغذ استفتا مع دستخطِ حضرات یا بے دستخط کل میرے پاس بھیج دیجے۔

تھوڑی سی تقریر اگرچہ خارج از مبحث ہے لیکن اس واسطے وہ تقریر تحریر میں لاتا ہوں کہ پھر مجھے کچھ کہنا نہ پڑے۔ اہلِ پارس کے منطق میں "رواں" و "دواں" مع نظائر، کہ وہ بہت ہیں، کسی اسم کے ساتھ مختص نہیں۔ اہلِ عرب نے بلکہ توبہ توبہ، میں اُن کو کیوں متہم کروں، فرہنگ نگارانِ ہند نے یہ نام موافق اپنے قیاس کے رکھے۔ ہم افادۂ معنی فاعلیت لینے والوں کے قیاس کو نہیں مانتے۔ الف نون حالیہ کہنے والوں کی ہم نے مطابقت رائے کی ہے۔

فارسی میں اسم فاعل دو صورت پر ہے۔ "یا گوینده" "یا گویا" صیغہ ہائے امر کے مابعد جو الف نون ہے وہ حالیہ ہے۔ ہاں فعل کا ایک توہّم سا گزرتا ہے۔ سو اگر یہ امعانِ نظر دیکھیے تو ویسا ہی ایک وہم مفعولیت کا بھی پایا جاتا ہے۔ پس نظر اس بات پر کہ فاعلیت کی حالت اور مفعولیت کی حالت معاً پائی جاتی ہے۔ یہ الف نون حالیہ ہے اور اپنے وجود کے اثبات میں قواعدِ نحو عربیہ کا محتاج نہیں۔ خاص "افتادن" میں دیکھو کہ نہ "افتنده" مستعمل ہے مثل گوینده،

نہ "افتا" مسموع و موجود ہے مثل گویا "افتاں" صیغۂ فاعل کہاں سے آگیا؟

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ "افتاں" کو ہم اسم فاعل جب مانتے کہ "افت" "وبیفت" یہ معنی امر، اہلِ زبان کی، یعنی جو مالک ملکۂ اردوے فارسی و عربی ہیں۔ اُن کی نظم و نثر میں آیا ہوتا۔ اصل مادّہ "افتاں" جو "افت" ہے، موجود ہی نہیں۔ "افتاں" کہاں سے بہ معنیِ فاعل نکل آیا؟ مگر ہاں گرنے کی حالت جس پر طاری ہو وہ "افتاں" ہے۔ از روے حالت نہ بہ حسبِ فعل "میرندہ" کہو، "مردن" میں سے کیوں نہ بنایا؟ صیغۂ فاعل متروک رہا۔ صرف صیغۂ مفعول یعنی "مردہ" پر قناعت کی اور یہ جو قبلۂ اہلِ سخن فردوسی طوسی علیہ الرحمۃ کے ہاں آیا ہے:

"میراں کسے را و ہرگز ممیر

مجاز ہے، امر بھی اور تعدیہ بھی، متاخرین میں سے بھی عبدالقادر بیدل کہتا ہے:

بمیر اے سرکشِ ناپاک تا یک دم بیاسائی

بلکہ اردو میں بھی "گراں جاں" آدمی کو کہتے ہیں: "ابے فلاں کے فلاں مرچک" سودا کہتا ہے:

جیتا رہے گا کب تلک اے خضر مر کہیں

یہ سب بہ طریقِ مجاز ہے۔

خلاصہ یہ کہ الف نون فاعل نہ فارسی بحث میں تھا، نہ فارسیِ آمیختہ بہ عربی میں ہے۔ قیاس کو میں مانتا نہیں۔ الف نون جہاں اسماے جامد کے آگے ہے، جمع کا ہے اور جہاں صیغہ ہاے امر کے لگا ہے حالیہ ہے۔ والسلام بالوف الاحترام۔

پہلا رقعہ بعد پڑھنے کے یا نقل لینے کے استفتا کے کاغذ کے ساتھ مجھ کو واپس مل جائے۔

نجات کا طالب۔ غالب

مہر: اسد اللہ ۱۲۷۸ھ

(۲)

مولوی صاحب، جمیل المناقب، مولوی ضیاء الدین خاں صاحب کی خدمت میں بعد سلام

التماس کیا جاتا ہے کہ میں عالم نہیں، مگر شرفِ علم اور فضیلتِ علما میرے دل نشیں ہے اور علم کو زبان